پاکستانی نوجوان، فکری انحراف: اسباب اور سدباب
اسوہ حسنہ کی روشنی میں

Pakistani Youth, Ideological deviation: causes and remedies In the light of Uswa-e-Ḥasana

ڈاکٹر عبدالحی مدنی*

ABSTRACT

The Pakistani youth are engaged day and night in a struggle for attainment of education, technology, and status. But what is deplorable is that they have forgotten their cultural values, ethics, code of life, and religious identity in order to unite with external powers in becoming part of the drive for development and they have become ignorant of their fundamental responsibilities as a member of the Muslim Ummah.

What are the priorities and issues facing Muslims on the local, national, and international levels? Especially in Europe and America the Muslim youth are standing at the crossroads. They are undergoing a religious, ideological, and moral decline. History is eye witness to how the Muslim youth made valuable sacrifices in all walks of life and persevered in making incredible achievements.

Moreover, it is the three-fold ideological, cultural, and emotional invasion of the anti-Islamic forces which has been the cause of a weakening of faith in the Muslim Ummah in general and the young generation in particular, since ideology is of primary significance for any nation, religion, movement, or group. It is true that nations are formed and sustained on the basis of ideology. The moment the ideological base is weakened, decline and dissolution become the fate of nations. They are unaware of how it is our foremost national duty and an urgent need to develop scholars who would propagate the Islamic agenda. Contrastively, the anti-Islamic forces are engaged in engendering their representatives.

Hence, in order to safeguard our youth from ideological and religious dissolution it is necessary that educational and cultural steps are taken in society in advance so that our youth are provided with a wholesome environment free of ideological dissolution. An outline of the article is given below:

The importance and significance of the prime of youth,

The ideological propensities of the youth,

The causes of dissension in youth,

The remedy of dissension, are discussed in detail in this article.

Keywords: *Youth, Religious, Fundamental, Achievements, Emotional, Invasion, Dissolution, engendering*

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، این ای ڈی یونیورسٹی، کراچی

پاکستانی معاشرے کا نوجوان تعلیم ،ٹیکنالوجی اور منصب کے حصول کے لئے جدو جہد میں دن رات مصروف عمل ہے لیکن افسوسناک پہلو یہ ہے کہ تہذیب وتمدن، اخکلاقیات ،اصول حیات اور اپنے مذہبی تشخص کو بھلا کر اغیار کے ساتھ ترقی کی دوڑ میں مگن ہو کر امت محمدیہ کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اپنی بنیادی ذمہ داریوں سے غافل ہو چکا ہے ۔

عالمی، قومی اور مقامی سطح پر مسلمانوں کی ترجیحات اور مسائل کیا ہیں، خصوصا یورپ اور امریکہ میں مسلم نوجوان دوراہے پر کھڑا ہے، عقیدہ کے ساتھ فکری، نظریاتی اور کردار کے انحطاط کا شکار ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مسلم نوجوانوں نے زندگی کے ہر میدان میں قابل قدر قربانیاں دیتے ہوئے، جدوجہد جاری رکھی اور بے مثال کامیابیاں حاصل کی ہیں،علاوہ ازیں اسلام دشمن طاقتوں کی نظریاتی، ثقافتی اور جذباتی سہ جہتی یلغار بھی امت مسلمہ کی بالعموم اور نوجوان نسل کی بالخصوص ایمان کی تاثیر سے محرومی کا سبب بن رہی ہے کیونکہ نظریہ کسی بھی قوم، مذہب، تحریک یا تنظیم کے لئے اساسی درجہ رکھتا ہے، یہ حقیقت ہے کہ اقوام نظریے کی بنیاد پر بنتی اور قائم رہتی ہیں جونہی نظریاتی اساس کمزور ہوئی، زوال وانتشار قوموں کا مقدر بن جاتا ہے۔ ہمارے نوجوانوں کو یہ پتہ نہیں ہے کہ مسلمانان عالم کی کیا ترجیحات ہیں، مسلمانوں کی ۲۱ویں صدی میں کیا منصوبہ بندی ہونی چاہیے اور مسلم مقاصد کی تبلیغ کرنے والے ماہرین پیدا کرنا اولین ملی ذمہ داری اور عصری ضرورت ہے جبکہ مسلم دشمن طاقتیں اپنے ترجمان پیدا کرنے میں مصروف ہیں۔

چنانچہ اپنے نوجوانوں کو فکری اور اعتقادی آلودگیوں سے پاک اور محفوظ رکھنے کیلئے پیشگی اقدامات کے طور پر معاشرے میں علمی اور ثقافتی تدابیر کو اسطرح مرتب کرنے کی ضرورت ہے کہ انہیں ایک سالم اور فکری آلودگیوں سے پاک ماحول میسر ہو سکے-اس مقالہ کا خاکہ درج ذیل ہے

مبحث اول:عنفوان شباب کی اہمیت وافادیت

مبحث دوم:نوجوانوں کے فکری رجحانات

مبحث سوم:نوجوانوں کے انحراف کے اسباب

مبحث چہارم:انحراف کاسدباب

مبحث اول: عنفوان شباب کی اہمیت و افادیت

موجودہ دور کے اعتبار سے آج کے نوجوان کا غفلت اور بے راہ روی کا شکار ہونا ایک المیہ ہے جس کی بنیادی وجہ عقیدہ آخرت کے بارے میں غلط تصورات ہیں۔ جس میں موت کو صرف بڑھاپے سے منسلک کر دینا اور ضعیف العمر لوگوں کا احترام نہ کرنا اور ان کے مقام و مرتبہ کے منافی رویوں کو اختیار کرنا ہے حالانکہ یہ عمر کا قیمتی ترین حصہ ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمْ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ»(۱).

سات آدمیوں کو اللہ اپنے سائے میں رکھے گا جس دن کہ سوائے اس کے سائے کے اور کوئی سایہ نہ ہو گا حاکم، عادل اور وہ شخص جس کا دل مسجدوں میں لگا رہتا ہو اور وہ دو اشخاص جو باہم صرف اللہ کے لئے دوستی کریں جب جمع ہوں تو اسی کے لئے اور جب جدا ہوں تو اسی کے لئے اور وہ شخص جس کو کوئی منصب اور جمال والی عورت زنا کیلئے بلائے اور وہ یہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اس لئے نہیں آسکتا اور وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو کہ اس کے داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو خلوت میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جائیں۔

اور اسی طرح ایک اور حدیث میں فرمایا:

«الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ»(۲).

طاقتور مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر اور پسندیدہ ہے۔

اس عمر کی اہمیت کے پیش نظر ہی رسول اللہ ﷺ نے اس عمر کو قیمتی گردانتے ہوئے تاکید کی کہ اسے غنیمت جانو اس سے قبل کے یہ عمر گزر جائے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

---

(۱) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل المساجد، حدیث نمبر: ۶۳۳، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۹م، ۱/۱۶۸

(۲) مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب القدر، باب فی الامر بالقوۃ و ترک العجز والاستعانہ باللہ و تفویض المقادیر للہ، حدیث نمبر: ۶۹۴۶، محقق: محمد فؤاد عبدالباقی، دارالعلم، بیروت، ۱۹۹۹م، ۸/۵۶

«إغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هِرَمِكَ »[1].

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو! بڑھاپے سے پہلے جوانی کو۔

لہٰذا عنفوان شباب کا زمانہ انسان کی زندگی میں بہت اہم ہوتا ہے عمومی طور پر معاملہ فہمی کی کیفیت بہت کم پائی جاتی ہے لہٰذا اگر اس دور کی اہمیت کو جان لیا جائے تو جو کارہائے نمایاں اس دور میں انجام دیے جاسکتے ہیں وہ بڑھاپے میں ممکن نہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے بطور تشجیع یوسف علیہ السلام اور اصحاب کہف کی جوانی کے کارناموں کا ذکر کیا ہے جو ہمارے لیے نمونہ عمل ہیں بلکہ تمام انبیاء کو نبوت جوانی کی عمر میں ملی تھی اور انہوں نے فرائض نبوت کی ادائیگی میں اپنی پاک وصاف جوانیوں کی قوت سے بھرپور کام لیا تھا خود رسول اللہ ﷺ کو نبوت چالیس سال کی عمر میں ملی تھی جو شباب کا درجہ کمال ہے اور آپ کے اکثر اصحاب اور رفقاء کار نے بھی جوانی کی عمر میں اسلام قبول کیا۔

اصحاب الکہف کے بارے میں فرمایا:

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوَ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا﴾[2].

وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت میں ترقی بخشی تھی ہم نے ان کے دل اُس وقت مضبوط کر دیے جب وہ اٹھے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ "ہمارا رب تو بس وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم اُسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے اگر ہم ایسا کریں تو بالکل بیجا بات کریں گے۔

اس کے علاوہ نوجوان صحابہ کی مثالیں بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ نوجوان امت کا قیمتی سرمایہ اور مستقبل کے معمار ہوتے ہیں، اسلام نے انہیں بہت اہمیت دی ہے، یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن جن لوگوں کو اللہ تعالی اپنا سایہ نصیب فرمائے گا جس دن اس کے سایے کے علاوہ کسی کا سایہ نہیں ہوگا رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق ان میں ایسا نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھے بھی شامل ہے۔

«وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ »[3].

اور ایسا نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا ہو اور اس کا دل مسجد سے جڑا ہوا ہو۔

---

(١) حاکم، محمد ابن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر:٧٩١٦، دار العلم، بیروت، طبع: اول، ١٩٩٠ء، ٣٤١/٤

(٢) سورۃ الکہف:١٣-١٤

(٣) صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل المساجد، حدیث نمبر: ٦٣٣، ١٦٨/١

مبحث دوم: نوجوانوں کے فکری رجحانات

اگر غور کیا جائے تو معاشرے میں موجود نوجوانوں کے چار طبقات دیکھے جاسکتے ہیں جن کا اختصار کے ساتھ تعارف درج ذیل ہے۔

ا۔ سیکولر اور لبرل

ان نوجوانوں کی اکثریت مذہب بے زار یا مذہبی تعلیمات سے متنفر ہوتی ہے جس کے ایک سے زائد اسباب ممکن ہو سکتے ہیں جن میں سے کچھ اسباب داخلی اور کچھ خارجی ہیں یہ لوگ مغربی فکر سے متاثر ہوتے ہیں اور ان کے لیے کامیابی مغرب کی پیروی میں ہی مضمر ہے لہذا اس فکر کے ساتھ یہ لوگ مقررہ حدود سے تجاوز کرتے ہوئے دین اسلام کی تعلیمات کی وہ تشریحات قبول کرتے ہیں جو اہل مغرب نے کی ہوں ۔

۲۔ روشن خیال یا جدت پسند

یہ وہ نوجوان ہیں جو مغربی فکری یلغار کی وجہ سے شرعی احکامات کی تعبیر جدید کرتے ہیں جس کی بنیاد عقل محض ہوتی ہے کیونکہ ان کی اکثریت کا تعلق دنیاوی جامعات سے ہوتا ہے جہاں صرف عصری علوم کی تعلیم کا اہتمام کیا جاتا ہے اور عصری علوم کے نصاب میں اخلاقیات کا فقدان ہونے کی وجہ سے مادیت پرستانہ سوچ کا غلبہ ہونا زیادہ آسان ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ ہر حکم کی تعلیل اور سبب تلاش کرتے ہیں اور جس حکم کی تعلیل نہ کر سکیں اس کا انکار ان کے لیے سھل ہوتا ہے۔

۳۔ روایت پرست

یہ وہ نوجوان ہیں جو روایت پرست کیفیات کے حامل ہوتے ہیں اور دین اسلام کی دی ہوئی رہنمائی پر بہت شدت سے عامل ہوتے ہیں ان میں اکثریت کا تعلق علماء سے ہوتا ہے کہ بسا اوقات فقہ الواقع کو نظر انداز کر کے نصوص کے ظاہری مفاہیم سے استدلال کرتے ہیں لیکن ان کا عمل شریعت کے احکام کے مطابق ہوتا ہے اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس عمل میں کوئی غفلت یا تساہل سے کام نہ لیں۔

۴۔ بنیاد پرست

پہلی قسم کے نوجوان وہ ہیں جو دین اسلام کو مذہب نہیں بلکہ مکمل نظام سمجھتے ہیں جس کا احاطہ زندگی کے تمام شعبہ حیات مثلاً سیاست، اقتصاد، معاشرت پر محیط ہے لہذا یہ کوشش کرتے ہیں کہ اپنے تمام معاملات کو دینی رہنمائی کی روشنی میں حل کر سکیں۔ اور اس میں یہ نصوص کا انطلاق عصر حاضر کے مسائل پر بھی کرتے ہیں جس میں فقہ الواقع کا پہلو زیادہ واضح ہوتا ہے۔[1]

---

(۱) صدیقی، محمد تنزیل، اسلام اور عصر جدید، مکتبہ نور حرم، کراچی، ص:۳۷

مبحث سوم: نوجوانوں کے انحراف کے اسباب

اگر بغور جائزہ لیا جائے تو نوجوانوں کی گمراہی و انحراف کے کئی اَسباب سامنے آتے ہیں نوجوانی کی عمر ہی ایک ایسی عمر ہے جس میں انسان پر جسمانی، فکری اور عقلی حیثیت سے بڑی تیزی سے تبدیلیاں رونما ہو رہی ہوتی ہیں، اِنسانی جسم نشوونما اور اِرتقاء کی طرف گامزن ہوتا ہے، ہر لمحہ نئے تجربات اور تازہ احساسات، عقل و فکر کے دریچے کھولتے جاتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ شعور واِدراک کی نت نئی منازل بھی طے ہونا شروع ہو جاتی ہے جس کی بنا پر انسان سوچ و فکر کی نئی راہیں متعین کرنے کی کوشش کرتا ہے، دوسری طرف جذبات کی شدت فیصلوں میں عجلت پر مجبور کرتی ہے۔ ان اَحوال میں نوجوانوں کو ایسے مربیوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اعلیٰ اور لطیف حکمت و بصیرت کے ساتھ اِعتدال کا دامن اُن کے ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیں، بڑے احتیاط اور صبر و تحمل کے ساتھ صراطِ مستقیم کی طرف لے چلیں۔ ان پانچ اَہم ترین اَسباب کا ذکر کرتے ہیں جو آج کل کے نوجوانوں کے بگاڑ میں نمایاں کردار اَدا کرتے ہیں تاکہ بعد میں حسبِ حال اِصلاح ممکن ہو سکے۔

١- صراط مستقیم یا صحیح عقیدہ سے جہالت

مسلمان کی زندگی کے دو اہم اور بنیادی و اساسی دائرے اخلاص و متابعت ہیں۔ عنصر اول میں اللہ تعالی کے بارے میں درست عقیدے کا حامل ہی اللہ تعالی کے ساتھ مخلص ہو سکتا ہے اور اللہ تعالی کے بارے میں صحیح عقیدہ اسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی مکمل متابعت اس طرح کرے جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا کرتے تھے۔ مسلمان کی وجہ تخلیق بھی عبادت الہی ہی ہے یعنی مسلمان کی پوری زندگی عبادت اور توحید سے جڑی ہوئی ہوتی ہے وہ اپنی زندگی کے روزمرہ کے افعال میں بھی توحید کا قولی و عملی قائل ہوتا ہے۔

نوجوان طبقہ کا صراط مستقیم کے عملی تقاضوں سے لاعلمی اور عملی ناواقفیت کا نتیجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے ایک حصہ عبادات کو جو محض ایک رسم بن کر رہ گئی ہے اور دوسرا حصہ دنیاوی زندگی کا جس کا دین وعقیدہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہا۔ (١)

درست عقیدے کی کمی نے ان کی زندگی کو صراط مسقیم سے انحراف کی شکل میں ڈھال دیا ہے۔

٢- احساس کمتری

اعداء اسلام کی طرف سے مسلط فکری جنگ کا سب سے اہم ترین پہلو مغرب کی مادی ترقی کو دیکھ کر ان کے مقابلے میں احساس کمتری میں مبتلا ہو جانا ہے جس کے ایک سے زائد مظاہر ہمارے معاشرے میں نظر آ سکتے ہیں جس

(١) مودودی، ابو الاعلی، سید، تنقیحات، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ٢٠١١، ص: ١٦٥-١٦٦

میں ہمارے نوجوان کی زبان وبیان، لباس اور رہن سہن وغیرہ قابل ذکر ہے اور اس سوچ میں گرفتار ہمارے نوجوان کامیابی کے لیے مغربی ثقافت کو اختیار کرنا ہی ضمانت سمجھتے ہیں لہذا زبان وبیان ہی نہیں بلکہ رہن وسہن یہاں تک کہ اسلام سے تعلق کو معیوب سمجھتے ہیں اور جدیدیت یا لبرل ازم یا سیکولر ازم کو بہترین نظام زندگی گردانتے ہوئے اسے اختیار کرتے ہیں، جس کی واضح مثالیں ہمارے معاشرے میں موجود ایسے نوجوانوں کی ہے جو دنیاوی تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اسلام کے ساتھ ان کا تعلق محض رسمی ہوتا ہے کہ وہ پیدائشی مسلمان ہیں وگرنہ مسلمان کی پہچان قرآن مجید کے درست پڑھنے میں مضمر ہے لیکن یہ پیدائشی مسلمان بسااوقات کلمہ طیبہ کے مفہوم کو مکمل ترجمے کے ساتھ نہیں جانتے۔اس کے پس منظر میں احساس کمتری ہی شامل ہے جس کی بنیاد مادیت پرستی ہے۔

۳- نسل نو اور بزرگوں کے درمیان خلیج

نوجوانوں اور بزرگوں کے مابین موجود خلیج کی سب سے بڑی وجہ ہمارے معاشرے میں مشترکہ خاندانی نظام کا ختم ہو جانا ہے جس میں اسلام کا تربیتی نظام اپنی تمامتر خوبیوں سمیت پایا جاتا تھا جس کے بعد ہر چھوٹا ہر بڑے کا حترام کیا کرتا تھا لیکن اب شادی کے بعد الگ الگ رہائش نے ہماری معاشرتی قدروں کو ختم کر دیا جس کا سب سے بڑا نقصان نسل نو اور بزرگوں کے مابین خلیج کا پایا جانا ہے۔[1]

اور یہی سبب ان کی بے راہ روی میں بھی کردار ادا کر رہا ہے۔ دن بدن یہ فرق بڑھتا چلا جارہا ہے نوجوان اپنے خاندان اور دوسروں سے بلا تفریق بُعد اور دوری اختیار کرتے جارہے ہیں۔ بوڑھے اپنے نوجوانوں کی بے راہ روی اور اِنحراف کا مشاہدہ کرتے ہیں تو شاکی نظر آتے ہیں اور نوجوانوں کی اِصلاح سے مایوس وناامُید نظر آتے ہیں۔

بڑوں کے ایسے رویے سے پھر نوجوان بھی ان سے دوری میں عافیت سمجھتے ہیں جیسے بھی حالات ہوں بہتری یا بدتری کے، ان معاملات میں بڑوں کو اپنے ساتھ شامل نہیں کرتے اس جنریشن گیپ سے معاشرتی دوریاں جنم لیتی ہیں منفی رویے تشکیل پانا شروع ہو جاتے ہیں نوجوان بوڑھوں کو اور بوڑھے نوجوانوں کو بنظر حقارت دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ دونوں گروہوں کے انہی رویوں کی وجہ سے کئی طرح کے خطرات معاشرے کے دروازے پر دستک دینا شروع کر دیتے ہیں۔

۴- بری صحبت

نوجوانوں کی گمراہی کا پانچواں سبب اُن کی ایسے لوگوں کے ساتھ صحبت اور میل جول رکھنا ہے جو گمراہ ہیں۔ صحبت ان عوامل میں سے سب سے زیادہ مؤثر ترین عامل ہے جس سے نوجوان متأثر ہوتے ہیں۔ یہ چیز ان کی

---

(۱) حمید الرحمن، عصر حاضر میں تربیت اولاد، مکتبہ محمدیہ، کانپور، ۲۰۱۶ء، ص: ۹۵

عقل وفکر اور رویوں کو بدل کرر کھ دیتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«المرْءُ عَلى دِيْنِ خَلِيْلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِل»(۱).

یعنی آدمی اپنے ہم نشین ساطرز زندگی اپناتا ہے۔

چنانچہ کسی کی ہم نشینی سے پہلے اس کے بارے میں غور کرلو کہ وہ کیسا ہے؟ اوررسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ فرمایا:

«مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَكِيرِ الْحَدَّادِ لاَ يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيهِ، أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ، أَوْ ثَوْبَكَ، أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً»(۲).

اچھے اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے مشک والا اور لوہاروں کی بھٹی تومشک والے کے پاس سے تم بغیر فائدے کے واپس نہ ہوگے یاتو اسے خریدوگے یااس کی بوپاؤ گے اور لوہار کی بھٹی تیرے جسم کو یا تیرے کپڑے کو جلادے گی یا اس کا دھواں تجھے کبیدہ خاطر بناتا رہے گا۔

۵- اخلاق سوز لٹریچر

نوجوانوں کی گمراہی کا چھٹا سبب ایسے رسائل ومجلّات، اخبارات اور کتب کا مطالعہ ہے جو عقائد ونظریات کے بارے تردّد وشک کی راہ ہموار کرتے ہیں، اسے اَخلاقِ رذیلہ پر آمادہ کرتے اور کفر وفسق میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ بالخصوص اس وقت جب کسی فرد کی تربیت پر ثقافت اِسلامیہ کے اَثرات اچھی طرح مرتب نہ ہوں اور وہ اپنے دین کے فہم کے حوالے سے ایسی بصیرت سے محروم ہو جو حق وباطل کے درمیان اچھی طرح خطِ امتیاز کھینچ سکے اور اپنے لیے نافع وضرر رساں کا گہرے شعور کے ساتھ اِدراک کرسکے۔اس طرح کی کتابوں کا مطالعہ نوجوان کو یکسر پھیر دیتی ہے اور وہ اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے ان گمراہوں کو نہ چاہتے ہوئے قبول کر بیٹھتا ہے۔

۶- جدید وسائل اعلام کا غلط استعمال

معاشرے کے نوجوانوں کی گمراہی اور صراط مستقیم سے انحراف کی اس وقت سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جدید ایجادات کا غلط استعمال ہے، جس میں موبائل، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ قابل ذکر ہیں یہ ایجادات بذات خود منفی نہیں بلکہ ان کا استعمال انہیں منفی بنادیتا ہے۔

---

(۱) ترمذی، محمد بن عیسی، سنن، کتاب الذبائح، باب الزھد عن رسول اللہ ﷺ، حدیث نمبر:۲۳۵۷، دار إحیاء التراث العربی، بیروت،۴/۵۸۹

(۲) صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب فی العطار وبیع المسک، حدیث نمبر:۲۰۱۱، ۳/۸۲

۷- اسلام کے بارے میں بدگمانیاں

دورِ جدید میں مغربی فلسفہ و فکر کے تسلط کی وجہ سے نوجوان طبقہ فکری طور پر اِسلام کے بارے میں بہت سی بدگمانیوں کا شکار ہوا ہے، چنانچہ ان بدگمانیوں کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو اسلام کے حوالے سے مجموعی طور پر یہ تاثر ابھرتا ہے کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسان کی آزادی سلب کرکے اسے فکری و عملی لحاظ سے قید کرکے رکھ دیتا ہے، ترقی کے دروازے مسدود کردیتا ہے، صلاحیتوں پر بندشیں عائد کردیتا ہے اور انسان کو دقیانوس بنادیتا ہے۔ یہی وہ اعتراض و خدشات ہیں جو دورِ جدید کے نوجوانوں کے قلب و ذہن پر طاری و مسلط ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اسلام سے بباطن یابظاہر اظہارِ بیزاری اور برات کا اظہار کردیتا ہے۔ نعوذ باللہ

۸- اسلام دشمن عناصر کا منفی پروپیگنڈا

عصر حاضر میں جنگی محاذ آرائیوں کے اسالیب تبدیل ہوچکے ہیں، پہلے جنگیں میدان میں ہوا کرتی تھی اور وہیں فیصلے ہوا کرتے تھے جبکہ اب جنگیں فکری اعتبار سے لڑی جاتی ہیں، جس میں مخالف کی فکر اور ذہن کو منفی پروپیگنڈا سے متاثر کیا جاتا ہے اور یہ منفی پروپیگنڈا جدید وسائل اعلام کی بنیاد پر پھیلایا جاتا ہے جس میں اخبارات، ٹیلیویژن چینلز، انٹرنیٹ اور اسمارٹ موبائل فونز وغیرہ ہیں انفارمیشن ٹیکنالوجی کے منفی استعمال سے ہمارے نوجوان طبقے کو دو پہلووں سے شدید نقصان ہوا، اول: تو یہ کہ ان جدید ایجادات کے منفی استعمال سے ہمارے نوجوانوں کی صلاحیتوں کا ضائع جانا اور دوم: نوجوانوں کا اس ایجادات سے متاثر ہونا اور صحیح وغلط کے مابین فرق کی تمیز ختم ہوجانا کیونکہ اس منفی پروپیگنڈے کے بعد ان کے لیے صحیح وغلط کا معیار بی بی سی یا وائس آف امریکہ یا وائس آف جرمنی کی خبریں بن جاتا ہے مزید یہ کہ پاکستان میں میڈیا چینلز کی غلط اور اسلام دشمن پالیسیوں کے بعد منعقد اکثر پروگرام کے اینکرز پرسن کی جانبدارانہ اور متعصبانہ گفتگو سے نوجوان طبقے کی فکر و ذہن کے رخ اس طرح متعین ہونا شروع ہوجاتے ہیں جس طرح دشمنان اسلام کا ہدف تھا، لہذا اس حوالے سے دشمنان اسلام نے میڈیا کو بطور خاص اپنا ہدف بنایا جس کی تفصیلات ہمیں یہودی پروٹوکولز میں بھی مل سکتی ہیں جس کے تحت سوشل میڈیا، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا تینوں ذرائع کو اپنا ہدف بنایا اور اس میں بنیادی فکر ہٹلر کے دست راست گوئبلز کا مشہور مقولہ تھا کہ جھوٹ اتنی مرتبہ بولو کہ وہ سچ بن جائے۔ [۱]

۹- اسلام کا روپ دھار کر دشمن کے آلہ کار کی منفی سرگرمیاں

یہ فطری اصول ہے کہ اس دشمن سے بچنا آسان ہوتا ہے جسے انسان جانتا ہو لیکن ایسا دشمن جو دوست کا

---

(۱) مریم خنساء، مسلمانوں کا فکری اغوا، المکتبۃ السلفیہ، لاہور، ص:۳۵

بہروپ ڈھال کر ہمری صفوں میں داخل ہو جائے تو اس کی پہچان اور اس سے بچاؤ بہت مشکل اور بسا اوقات ناممکن ہو جاتا ہے، اس حوالے سے اعداء اسلام نے سب سے پہلا ہدف نوجوانوں میں فکری تخریب کاری کو بنایا اور اس میں انہوں نے پرنٹ میڈیا، الیکٹرونک میڈیا اور سوشل میڈیا کا بھرپور استعمال شروع کیا جس کی ایک واضح مثال سابقہ ایام میں فرانس میں طے شدہ منصوبہ کے تحت یہودیوں کے حملے کے نتیجے میں تباہی و بربادی سے متاثر ہو کر مسلمان نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد نے اظہار یکجہتی کے لیے فرانس کا جھنڈا اپنی آئی ڈی میں لگایا جب کہ شام، عراق، برما، افغانستان اور وسطی افریقہ سمیت بے شمار ملکوں میں مسلمانوں کے ساتھ جو قتل و غارتگری کا سلوک روا رکھا جارہاہے اس کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ دشمنان اسلام کا اسلام کا روپ دھار کر منفی سرگرمیوں میں ملوث ہونا جیسا کہ عصر حاضر میں مغربی این جی اوز کی ایک بڑی تعداد کا موجودہ حکومت سے سرچ آپریشن کے ذریعے سراغ لگایا اور انہیں کام کرنے سے روک دیا۔

١٠- نظام عدل و انصاف

ہمارا عدالتی نظام مظلوم کو کماحقہ انصاف دینے میں ناکام ہے اور اس نظام میں امراء کے لیے بے شمار رعایتیں اور غرباء و مساکین کے لیے سخت عدالتی معیار کی تفریق نے نوجوان طبقے کے دل و دماغ میں معاشرتی بغاوت کی فکر پیدا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لہٰذا جب اسے عدالت سے انصاف نہیں ملتا تو وہ خود انصاف لینے کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے جس میں صحیح اور غلط کی تفریق ختم ہو جاتی ہے اور یہ انتقام مزید مظلوم پیدا کرتا ہے جس کی واضح مثال حالیہ دنوں میں جنوبی پنجاب میں چھوٹو گینگ کے خلاف آپریشن کے بعد جو حقائق سامنے آئے وہ اسی امر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

١١- نظام تعلیم

نظام تعلیم کے تین بنیادی عناصر ہوتے ہیں اساتذہ، نصاب اور تعلیمی ادارہ یہ تینوں عناصر نظام تعلیم کے محور و مرکز یعنی طالب علم کے لیے وضع کیے گئے ہیں لیکن افسوس یہ تینوں عناصر اپنی اصل سے بہت دور جا چکے ہیں مثال کے طور پر استاد کی ذمہ داری نصاب کی تکمیل اور تربیت طالب علم ہے لیکن وہ صرف تکمیل نصاب کو ہی اپنی ذمہ داری سمجھ بیٹھا ہے اور ہمارا نصاب عملا ہمارے نظریاتی طے شدہ اہداف سے مطابقت نہیں رکھتا جس کے بعد تعلیمی اداروں کی کارکردگی بھی متاثر ہو رہی ہے جس کا نتیجہ طالب علم کا صراط مستقیم سے منحرف ہو جانا ہے۔

مبحث چہارم: انحراف کا سدباب

موجودہ دور در حقیقت مادی فکر کے غلبے کا دور ہے، اس نے اِنسانیت پر نہ صرف گہرے اَثرات مرتب

کیے بلکہ اس کی وجہ سے معاشرتی اَقدار مسخ ہو کر رہ گئی ہیں۔ ان حالات نے سب سے زیادہ مسائل ہمارے نوجوانوں کے لئے پیدا کئے ہیں اور سب سے بڑا اَلمیہ یہ ہے کہ نوجوان اپنے ماحول اور معاشرے میں اپنی اسلامی ثقافت کا رنگ بھی نہیں پاتا۔ اس کے پاس اَسلاف سے رشتہ وناطہ جوڑنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے یعنی وہ لٹریچر جو اَسلاف نے اپنے دور کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھ کر تیار کیا تھا۔ بالعموم ہمارے مسلم نوجوان ان مسائل کا شکار ہیں، کیونکہ بوڑھوں کی زندگی جن سانچوں میں ڈھلی ہوئی تھی، وہ اپنے دور کے فکری تقاضوں کے بقدر ہم آہنگ تھے، وہ انہیں پہ کاربند ہیں اور انہی کے مطابق رہنا چاہتے ہیں۔ چاہے حالات کا طوفان جس طرف بھی بہہ جائے جبکہ نوجوان ہر آنے والی تبدیلی کا بری طرح شکار ہوتے ہیں۔

مثبت ذہن کا حامل نوجوان اپنی بے روزگاری کو پس پشت ڈال کر مثبت سرگرمیوں کو اختیار کرتا ہے اور کسی بھی پیشے، یا کام کو حقیر نہیں سمجھتا۔ پورے معاشرے پر روزگار کے مناسب ذرائع مہیا کرنے ذمہ داری عائد ہوتی ہے تاکہ نوجوان نسل کو خود اپنے اور معاشرے کیلئے مفید فرد بنایا جاسکے۔ نوجوانوں کو سفر و حضر، اقامت و رحلت میں اپنے دین پر فخر کرنا چاہیے، اپنی پہچان قائم رکھے، اپنے عقیدے کو بلند سمجھے اور اپنے عقیدے کے اظہار سے شرم نہ کرے چنانچہ احساسِ کمتری، نقالی، اور غیروں کے پیچھے چلنے سے احتراز کرے۔

نوجوان کی شخصیت میں ٹھہراؤ ایک اچھی خصلت ہے جو کہ ہر نوجوان کے بس کی بات ہے، یہ صفت ایک ایسی طاقت ہے جو دانشمندی کی غمازی کرتی ہے جبکہ کسی کیساتھ تعامل کرتے ہوئے حدّت و جذبات سے کام لینا اور سوچے سمجھے بغیر انتقامی کاروائی کرنا خطرناک شیطانی عادات ہیں، ان کے نتائج نوجوانوں پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں، ان کی توانائی کو ضائع کرتے ہیں بلکہ بسا اوقات پورے معاشرے کیلئے وبال بھی بن سکتی ہیں۔ نوجوانوں کیلئے جوانی اور نشاط کے مرحلے میں اصولِ زندگی، تبدیل ہوتے حالات، اور گزرتے ایام سے سبق حاصل کرنا چاہیے؛ چنانچہ اپنی جوانی میں بڑھاپے کیلئے اور صحت کے ایام میں بیماری کے دنوں کیلئے کچھ کرلینا چاہیے، انہیں اپنی حالیہ حالت سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کیونکہ جوانی کے بعد بڑھاپا، قوت کے بعد کمزوری، اور صحت کے بعد مرض کا خدشہ لاحق رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ﴾[1].

اللہ ہی ہے جس نے ضعف کی حالت سے تمہاری پیدائش کی ابتداء کی پھر اس ضعف کے بعد تمہیں قوت بخشی، پھر اس قوت کے بعد تمہیں کمزور اور بوڑھا کر دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

---

(۱) سورۃ الروم: ۵۴

ا۔ قدوۃ حسنہ

اسلام جس تبدیلی کو لانا چاہتا ہے وہ اصلاح احوال سے تعبیر ہے جس کی ابتدا اصلاح نفس سے پھر اہل خانہ اور پھر معاشرہ یعنی اصلاح کا آغاز منتظم کی ذات سے ہوتا ہے جس کی وضاحت اس معروف حدیث سے بھی ہوتی ہے:

«أَلاَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهْوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهْوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدُالرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهْوَ مَسْؤُولٌ عَنْهُ أَلاَ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»(١).

خبر دار تم میں سے ہر شخص اپنی رعیت کا نگہبان ہے اور قیامت کے دن تم سے ہر شخص کو اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہونا پڑے گا، لہٰذا امام یعنی سربراہ مملکت و حکومت جو لوگوں کا نگہبان ہے اس کو اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہی کرنا ہوگی، مرد جو اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اس کو اپنے گھر والوں کے بارے میں جواب دہی کرنا ہوگی عورت جو اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے، اس کو ان کے حقوق کے بارے میں جواب دہی کرنی ہوگی اور غلام مرد جو اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اس کو اس کے مال کے بارے میں جواب داہی کرنا ہوگی لہٰذا آگاہ رہو! تم میں سے ہر ایک تم میں سے ہر ایک شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک شخص اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہوگا۔

اور اس قدوۃ حسنہ کو معاشرے تک پہنچانے کا سب سے اہم ترین ذریعہ تعلیمی اداروں میں مربی اساتذہ کا وجود ہے جن کے بھرپور کردار کے بغیر تربیت ناممکن ہے۔

اس کی مزید وضاحت آیات قرآن سے بھی ہوتی ہے

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ﴾(٢).

اے ایمان والو! تم پر تمہاری ذمہ داری ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً﴾(٣).

اے ایمان والو! اپنے آپ اور اپنے گھر والوں کو جھنم کی آگ سے بچاؤ۔

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾(۴).

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کو نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے ہو۔

---

(١) صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القری والمدن، حدیث نمبر:۸۴۸،۹/۷۷

(٢) سورۃ المائدہ:۱۰۵

(٣) سورۃ التحریم:٦

(۴) سورۃ آل عمران:۱۴۱

۲۔ نظام تعلیم

جیسا کہ سابقہ سطور میں بیان کیا گیا کہ نظام تعلیم کے تین بنیادی عناصر ہیں اور ان تینوں کی اصلاح طالب علم کو صراط مستقیم پر واپس لانے کے لیے کافی ہے جس کے مطابق ایک استاد معلم کے فرائض انجام دیتا ہے یعنی تدریس وتربیت کا حسین امتزاج اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی ذات کو معلم سے متصف کیا:

«إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا»[1]. مجھے تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اس میں اس امر کا بھی خیال رکھا جائے کہ اساتذہ کو صرف نصاب مکمل کروانے کہ ذمہ داری نہ دی جائے بلکہ عمل تربیت بھی اسی کی ذمہ داری ہے جس میں نصاب اور تعلیمی ادارے کی انتظامیہ دونوں اس کے مدد ومعاون ہوتے ہیں۔

اور جہاں تک نصاب تعلیم کی بات ہے تو اسے اسلامی اور معاشرتی قدروں کے مطابق ہونا چاہیے نہ کہ غیر اسلامی افکار کی ترویج واشاعت اس کے ذریعے ممکن ہو رہی ہو۔ اگر نصاب تعلیم ایسا ہو جس میں اسلام کا تربیتی اور اخلاقی پس منظر بھرپور طریقے سے موجود ہو تو اس کے بعد دینی اور دنیاوی تعلیم کے حامل نوجوانوں کے مابین فرق کم سے کم ہونے کا امکان ہے جس کے تحت دینی تعلیم کا حامل دنیاوی وعصری تعلیم سے حسب ضرورت واقفیت رکھتا ہو اور دنیاوی تعلیم کا حامل بنیادی اسلامی تعلیم یا اپنے شعبے سے متعلق اسلامی تعلیمات سے آگاہی رکھتا ہو۔

۳- دین سے گہرا رابطہ ورشتہ واصلاح عقیدہ

دین کے ساتھ ربط اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے اور اسی ربط سے نہ صرف دنیاوی امور میں اصلاح بلکہ آخرت کی کامیابی بھی ممکن ہے اور ہر قسم کے منفی کیفیات اور شیطانی ہتھکنڈوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح مکان صرف اپنے مکینوں سے ہی آباد ہوتا ہے ایسے ہی دین دینداروں سے ہی قائم ہوتا ہے۔ جب وہ دین کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال لیں گے تو پھر ان کا دشمن چاہے کوئی بھی ہو تو اللہ ان کی مدد کریں گے۔ قرآن میں ہے:

﴿يٰأَيُّهَا الَّذينَ ءامَنوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُركُم وَيُثَبِّت أَقدامَكُم وَالَّذينَ كَفَروا فَتَعسًا لَهُم وَأَضَلَّ أَعمٰلَهُم ﴾[2].

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوطی سے جمادے گا۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے تو ان کے لیے ہلاکت ہے اور اللہ نے ان کے اعمال کو بھٹکا دیا ہے۔

---

(۱) ابن حجر، احمد بن علی، عسقلانی، المطالب العالیۃ، کتاب العلم، باب الترغیب فی طلب العلم والحث علیہ، حدیث نمبر: ۳۱۵۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۲) سورۃ محمد: ۸

اسی طرح ہم پر یہ بھی لازم ہے کہ جو کچھ ہم نے سیکھا ہے، اسے اپنی عملی زندگی میں تطبیق بھی دیں، صرف باتیں اور دعوے ہی کرنا اہل اِسلام کے شایان شان اور لائق نہیں کیونکہ جب عمل قول کی تصدیق نہ کرے تو قائل کی بات مثبت اَثر نہیں رکھتی بلکہ اس کی دعوت کے اثرات برعکس ہوسکتے ہیں۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يأَيُّهَا الَّذينَ ءامَنوا لِمَ تَقولونَ ما لا تَفعَلونَ كَبُرَ مَقتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقولوا ما لا تَفعَلونَ﴾[1].

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں۔

ہر رسول جب بھی اپنی قوم سے مخاطب ہوئے تو فرمایا:

﴿اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُه﴾[2].

تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں۔

اور اصلاح احوال کے حوالے سے امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور مقولہ مشعل راہ ہے:

«لَا يُصْلِحُ آخرَ هذه الأمة إلا ما أَصْلَحَ أَوَّلَهَا »[3].

اس امت کے پچھلوں کی اصلاح بھی اسی طرح ممکن ہے جس طرح اس کے اگلوں کی ہوئی تھی۔

٤- اسلاف صالحین کا تعارف

نوجوانوں کو اپنے اسلاف کی سیرت کا مکمل تعارف ہونا چاہیے کہ ان خوبصورت وجودوں نے کس طرح اپنے اپنے ماحول میں نامساعد حالات کے باوجود صراط مستقیم پر گامزن رہ کر دکھایا اور دین اسلام کی طرف دعوت بھی دیتے رہے اور ان اسلاف میں سر فہرست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور پھر تابعین عظام رحمہم اللہ اجمعین اور محدثین، مفسرین، فقہاء اور مورخین وغیرہ شامل ہیں اور اس حوالے سے حافظ ذہبی کی کتاب سیر اعلام النبلاء امتیازی صفات کی حامل ہے۔ نوجوان طبقہ کو جب اس امر کا علم ہو گا کہ ان کے سابقین کس طرح کی زندگی گزار کر عظمتوں کے دروس دے کر زندہ جاوید ہوگئے تو اس ان کے لیے باعث تشجیع وترغیب ہو گا ورنہ ہمارے نوجوانوں کے آئیڈیلز فلمی سٹار اور کھلاڑی ہی ہوں گے جس سے دین وملک دونوں کو شدید نقصان ہے۔

٥- معیاری واصلاحی کتب

کتب میں مفید اور ضار ہر دو قسم کی کتب شامل ہیں اور مطالعہ کتب کے اثرات سے انکار ممکن ہی نہیں۔

---

(١) سورۃ الصف:٢-٣

(٢) سورۃ الحشر:٧

(٣) ابن تیمیہ، تقی الدین، أبو العباس، أحمد بن عبد الحلیم، اقتضاء الصراط المستقیم، مکتبۃ الرشد، ریاض، ٢/٦٢٧

درحقیت علم انسان کا امتیاز ہی نہیں بلکہ اس کی بنیادی ضرورت بھی ہے جس کی تکمیل کا واحد ذریعہ مطالعہ ہے، ایک پڑھے لکھے نوجوان کے لیے معاشرہ کی تعمیر و ترقی کا فریضہ بھی اہم ہے اس کے لیے مطالعہ سماجی ضرورت بھی ہے۔ اسی طرح ایک مفکر کہتا ہے: "کتابوں کا مطالعہ انسان کی شخصیت کو ارتقاء کی بلند منزلوں تک پہنچانے کا اہم ذریعہ، حصول علم و معلومات کا وسیلہ اور عملی تجرباتی سرمایہ کو ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل کرنے اور ذہن و فکر کو روشنی فراہم کرنے کا معروف ذریعہ ہے۔ کتابوں سے جہاں معلومات میں اضافہ اور راہ عمل کی جستجو ہوتی ہے وہیں اس کا مطالعہ ذوق میں بالیدگی، طبیعت میں نشاط، نگاہوں میں تیزی اور ذہن و دماغ کو تازگی بھی بخشتا ہے۔" (۱)

معیاری و اصلاحی کتب کے کے حوالے سے دو باتیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔

اول: انتظامیہ، پبلشرز، بک سیلرز کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ نوجوانوں کو معیاری لٹریچر مہیا کریں۔

یہ بات بھی انتہائی ضروری ہے کہ کتاب ایمان سوز اور اخلاق سوز نہ ہو؛ اس لیے کہ مطالعہ ہی کے غلط رخ نے عبدالماجد دریابادی کو ارتداد میں دھکیل دیا تھا لیکن بعد میں اسی شخص کے مطالعہ کی سمت جب درست ہوئی تو عبدالماجد مولانا عبدالماجد ہوگئے اور مفسر قرآن اس شخص کے نام کا جزولاینفک بن گیا؛ اسلیے معتبر و مستند مصنّفین ہی کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

دوم: نوجوان ان مفید اور معیاری لٹریچر کا مطالعہ کریں۔

اس سلسلے میں اساتذہ کی رہنمائی بھی بڑی کارآمد ہوتی ہے، مفکر اسلام علی میاں ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مطالعہ وسیع کیجئے! اور اس کے لیے.... ان اساتذہ سے جن سے آپ کا رابطہ ہے، مشورہ لیجئے.... یہ ایک پل صراط ہے اس پر سبک روی اور بہت احتیاط کے ساتھ چلنے کی ضرورت ہے"۔ (۲)

نعیم صدیقی صاحب لکھتے ہیں: "بنیادی طور پر قرآن و حدیث اور ان سے متعلق علوم پر جس حد تک ممکن ہو نگاہ ہونی چاہئے... پھر رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور صحابہ کرام کے سیر پر نظر ہونی چاہئے... ضروری ہے مطالعہ کا سفر کرنے والا ہر شخص کم از کم اپنے ملک اور اپنی قوم؛ بلکہ اپنی تہذیب کے ادبیات سے واقف ہو"۔ (۳)

اسی طرح مطالعہ میں ترتیب کی رعایت بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے، اس لیے مطالعہ کے معیار کو بتدریج بڑھایا جائے، ایسا نہ ہو کہ نورانی قاعدہ تو پڑھا نہیں اور قرآن شریف ہی پڑھنا شروع کردیا۔

حاصل مطالعہ: مطالعہ کے ساتھ ساتھ حاصل مطالعہ کو ذہن نشین کرنے کی تدبیر بھی ضروری ہے۔ علم

---

(۱) محمد زبیر، ڈاکٹر، اہمیت مطالعہ، لکھنو، ۲۰۰۱ء، ص:۹۸

(۲) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی میں نظام تعلیم، خطبات بہاولپور، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ص:۱۹۱

(۳) محمد احمد زبیری، کن کتب کا مطالعہ کیا جائے، کانپور انڈیا، ص: ۳۷

و معلومات کی مثال ایک شکار کی سی ہے لہذا اسے فوراً قابو میں کرنا چاہیے، اس لیے مطالعہ کے دوران قلم کاپی لے کر خاص خاص باتوں کو نوٹ کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے ورنہ بعد میں ایک چیز کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور وہ نہیں ملتی ہے۔ اب یا تو سرے سے بات ہی ذہن سے نکل جاتی ہے یا یاد تو رہتی ہے لیکن حوالہ دماغ سے غائب ہو جاتا ہے۔ یاد رکھنے کے قابل باتیں ہمیں دوران مطالعہ کتاب کے اہم مقامات پر نشان لگا کر کتاب کی پشت پر سادہ اوراق میں اہم نکات نوٹ کر کے یا کاپی پر نوٹ کر کے محفوظ کر لینی چاہیے۔(۱)

۶-اصلاحی تقریبات

اسلام میں دینی معلومات کی تبلیغ و نشر و اشاعت کی اساسی حیثیت ہے، ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق اس کو انجام دینے کا مکلف ہے اور اس میں سے اہم مسجد سے تعلق رکھنا ہے یہی وجہ ہے کہ عہد نبوی، خیر القرون اور سلف صالحین کے دور میں فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت و تبلیغ سے کبھی بھی تغافل نہیں برتا گیا ان محافل میں قرآن و سنت کی تعلیم دی جاتی تھی اور نوخیز نسل کی صحیح اسلامی تربیت اور مسلمانوں کے تزکیہ نفس کا انتظام ہوتا تھا، یہیں پر لوگوں کے اخلاق سنوارے جاتے تھے اور دینی خطوط پر ان کی ذہن سازی ہوتی تھی، لہذا دینی پروگراموں کے حوالے سے کچھ امور کو مد نظر رکھ لیا جائے تو اس کے اثرات مزید مفید ہو سکتے ہیں ۔

۱. خطبات جمعہ
۲. قرآن و حدیث کے درس کا اہتمام
۳. خواتین کے لئے دعوتی پروگرام کا انتظام کرنا
۴. اصلاحی کمیٹی کا قیام
۵. بچوں کی تعلیم و تربیت کا نظم
۶. مختصر دار المطالعہ کا قیام
۷. محلہ کی تقریبات سے دعوت و تبلیغ کیلئے استفادہ کرنا

۷-غیر اخلاقی ٹی وی چینلز، ویب سائٹس سے دوری

غیر اخلاقی ٹی وی چینلز اور ویب سائٹس سے دوری میں اصل اور بنیادی کردار انتظامیہ کا ہے جس کے لیے کنٹرول اتھارٹی پیمرا کو ایسے تمام ذرائع پر پابندی لگانی چاہیے جس کی وجہ سے نوجوان کی اخلاقی اقدار مسخ ہو رہی ہیں اور وہ دن بدن اسلامی اقدار سے دور سے دور ہوتا چلا جا رہا ہے کیونکہ سائنس کی ترقی اور جدید وسائل نے نوجوان طبقے پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے ہیں اور ان کا زیادہ تر وقت ٹی وی، کمپیوٹر، موبائل فون یا انٹرنیٹ پر گزرتا

---

(۱) ایضاً، ص:۱۳۰

ہے۔ یہ ایک مسلم امر ہے کہ نوجوان طبقہ گزشتہ کئی برسوں سے انٹرنیٹ اور دیگر مواصلاتی و ابلاغ کے منفی استعمال میں حد اعتدال سے تجاوز کر چکا ہے اور بیشتر گھرانوں میں یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی غالب اکثریت اپنی فیملی کی موجودگی میں بھی "ایس ایم ایس" اور "مس کالز" میں مصروف ہوتے ہیں لیکن انھیں تنبیہ کرنے کا رواج دکھائی نہیں دیتا۔ نتیجے میں بے راہ روی اور اخلاق سوز واقعات بڑھتے جا رہے ہیں اور دور دور تک ان کی سدھار کی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی۔

جب ہمارا معاشرتی ڈھانچہ اپنی روایات و اقدار کی پوری طاقت کے ساتھ سر اٹھائے کھڑا تھا تب ہماری نانیاں، دادیاں بچوں کو قصے کہانیوں کے ذریعے اچھائی اور برائی میں تمیز سکھاتی تھیں۔ ان کی جگہ اب انٹرنیٹ، ٹی وی، کمپیوٹر اور موبائل فونز نے لے لی ہے، جو اچھائی سے زیادہ برائی کی ترغیب کا ذریعہ بن چکی ہیں۔ سوشل نیٹ ورکنگ پر ویڈیو چیٹ، گپ شپ اور غیر ذمے دار ٹی وی چینلز پر غیر ملکی اور فحش فلمیں اور ڈرامے بلوغت کی دہلیز پر قدم رکھنے والے بچوں کو بے راہ روی کے نت نئے طریقوں سے روشناس کر رہے ہیں۔ اس خرابی، بے راہ روی، اور تباہی کے ذمے دار صرف والدین نہیں ہمارا سماج اور ہماری حکومت بھی ذمے دار ہے، ان لوگوں کے ہوتے یا ان کے صرف نظر کی باعث ہماری ینگ جنریشن کی اکثریت کے دل و دماغ میں منفی جذبات پرورش پانے لگے ہیں جس کا عملی مظاہرہ ہم دہشت گردی، انتہا پسندی، تخریب کاری اور بڑھتی ہوئی اخلاقی بے راہ روی کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔ حال ہی میں کراچی کے ایک اسکول میں پیش آنے والا واقعہ جس میں کراچی کے علاقے پٹیل پاڑہ میں واقع نجی اسکول میں زیر تعلیم لڑکے نے لڑکی کو قتل کرنے کے بعد خود بھی اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔[۱]

یہ واقعہ والدین کو دعوت فکر دیتا ہے کہ وہ اپنے بچوں سے رابطے میں رہیں ان کی نصابی و غیر نصابی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھیں، ان کی پسند و ناپسند پر دھیان دیں اور انھیں دینی تعلیمات اور اخلاقی اقدار سے دور نہ ہونے دیں۔

نئی نسل میں انٹرنیٹ اور ٹی وی کا حد سے زیادہ استعمال بھی خودکشی کو جنم دیتا ہے۔ بیشتر والدین ان حالات میں بچوں کو سمجھانے کے بجائے ان کی پٹائی کرتے ہیں۔ والدین بچوں کو مار پیٹ کر سمجھتے ہیں کہ بچے نے اب وہ بری چیز ترک کر دی ہے حالانکہ بچہ وہ چیز ترک نہیں کرتا بلکہ والدین سے دور ہو جاتا ہے۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں سے رابطہ رکھیں، ان سے ان کی تنہائی شیئر کریں، ان کے مسائل کو سنیں، انھیں ڈرانے کے بجائے طاقت بخشیں اور اچھی اور بری چیزوں کے بارے میں بتائیں تو بچے بری چیزیں نہ صرف چھوڑ دیتے ہیں بلکہ غلط فیصلے بھی نہیں کرتے۔[۲]

---

(۱) روزنامہ ایکسپریس، منگل یکم ستمبر ۲۰۱۵ء: https://www.express.pk/story/388093

(۲) حمیری، احمد، العقوبۃ فی التعلیم، دار الکتب الاسلامیہ، ریاض، ۲۰۰۹ء، ص: ۸۹

۸-ثقافتی یلغار کا مقابلہ

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس کا اہم ترین پہلو ثقافت ہے جس کا تعلق عقائد، معاملات اور اخلاقیات سے ہے لہٰذا اسلام نے اس میں بھی مکمل رہنمائی عطا کی ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے نوجوان اپنے معاملات کو اپنے ضابطہ حیات "دین اسلام" سے اپنے تعلق کو مضبوط کریں، مادّہ اور لذت پرستی پر مبنی لادین تہذیب کو ردّ کر دیں کیونکہ غیر اسلامی ثقافتی یلغار نے ہمارے نوجوانوں کی ثقافت کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے اگر اس غیر اسلامی ثقافتی یلغار کو مقابلہ کرنا ہے تو معاشرے میں دین دار طبقے کی حوصلہ افزائی کی جائے اور اس کے مقابلے میں دین سے دور یا دین سے بیزار لوگوں کی حوصلہ شکنی کی جائے کیونکہ معاشرے میں دیندار لوگوں کی حوصلہ افزائی کے نتیجے میں ان کے اثرات معاشرے میں بڑھنا شروع ہو جائیں گے اور نوجوان طبقہ ان کی راہ کو اختیار کرنے کو ترجیح دے گا۔ اس امر کو مد نظر رکھا جائے کہ کسی غیر مسلم قوم کی ثقافت کے ساتھ مشابہت کا مطلب اسی قوم کی حمایت کرنا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ»[1].

جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہو گا

اُمتِ مسلمہ کی کامیابی اور تہذیبی چیلنجز کا حل اس امر میں ہے کہ نوجوان اُسوۂ رسول اللہ ﷺ پر مضبوطی سے کاربند ہو جائیں۔ مغربی تہذیب سے مرعوب تجدد پسند طبقہ کے فکری انتشار کا مقابلہ کرنے کے لئے ایسے باصلاحیت نوجوان تیار کرنے کی ضرورت ہے جو ایک طرف مغربی تہذیب پر گہری نظر رکھتے ہوں، انگریزی اور عربی زبان کے ماہر ہوں اور اس کے ساتھ وہ علومِ شریعت سے بھی بہرہ ور ہوں اور پھر ایسے نوجوانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے۔ دفاعِ اسلام کے لئے یکسو اور مخلص ہونے، وسائل کو مجتمع کرنے اور نوجوانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی جس قدر ضرورت آج ہے، شاید کبھی نہیں تھی۔

لہٰذا اصلاح احوال میں نوجوانوں کو ثقافت کے اصل مفہوم سے آگاہ کرنا بہت ضروری ہے اور اس کا تعلق ایمانیات سے جوڑنا ہے۔ نوجوانوں کیلئے جوانی اور نشاط کے مرحلے میں اصولِ زندگی، تبدیل ہوتے حالات اور گزرتے ایام سے سبق حاصل کرنا چاہیے چنانچہ اپنی جوانی میں بڑھاپے کیلئے اور صحت کے ایام میں بیماری کے دنوں کیلئے کچھ کر لینا چاہیے، انہیں اپنی حالیہ حالت سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کیونکہ جوانی کے بعد بڑھاپا، قوت کے بعد کمزوری اور صحت کے بعد مرض کا خدشہ لاحق رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

(۱) سنن ترمذی، ابواب الاستئذان والآداب عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی کراھیۃ إشارۃ الید بالسلام، حدیث نمبر:۲۶۸۸، ۶/۱۴۴

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ﴾(۱).

اللہ ہی ہے جس نے ضعف کی حالت سے تمہاری پیدائش کی ابتداء کی پھر اس ضعف کے بعد تمہیں قوت بخشی، پھر اس قوت کے بعد تمہیں کمزور اور بوڑھا کر دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«اغْتَنِم خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ؛ شبابَكَ قبلَ هَرَمِكَ، وصِحَّتَكَ قبلَ سَقَمِكَ، وغِنَاكَ قبلَ فقرِكَ، وفراغَكَ قبلَ شغلِكَ، وحياتَكَ قبلَ موتِكَ»(۲).

۹۔خود اعتمادی:

خود اعتمادی ایک ایسی انسانی صفت ہے جس سے ہر شخص مالامال ہونے کی خواہش رکھتا ہے۔ خود اعتمادی درحقیقت زندگی کے مجموعی تجربات کا نتیجہ ہوتی ہے۔ مثبت تجربات جہاں ہمارے اعتماد کو پختہ کرتے ہیں وہیں منفی تجربات ہمیں ناکامی سے دوچار کراتے ہیں اور ہمارے اندر خود اعتمادی ختم کر دیتے ہیں۔

ایک صحت مند شخصیت بننے کی کنجی یہ ہے کہ اپنی قابلیت اور صلاحیت کے شعبوں میں اعتماد پیدا کیا جائے اور جس شعبے میں بھی آپ کی قابلیت کم ہو اس کے بارے میں عدم اعتماد کا شکار ہونے کے بجائے آپ اس کی طرف توجہ نہ دیں اور خود اعتمادی حاصل کرنے کا سب سے پہلا طریقہ اپنے دین کے ساتھ مضبوط وابستگی اختیار کرنے میں ہے۔اس کے پس منظر میں یہ فکر کارفرما ہے کہ اسلام کا عطا کردہ نظام بہترین، مکمل اور جامع نظام حیات ہے جو انسان کی تمام تر فطری ضروریات وحاجیات کی تکمیل کرتا ہے۔

خلاصہ ءکلام

عالم اسلام کی ثقافت توحید، رسالت اور فکر آخرت کی اساس پر قائم ہے اور عفت وعصمت کے ستونوں پر کھڑی ہے جبکہ اس کے بالمقابل مغربی ثقافت مادیت پرستی پر مشتمل ہے ان کے نزدیک اصل زندگی دنیا ہی کی زندگی ہے۔ ہر کامیابی دنیا کی اور ہر ناکامی دنیا ہی کی ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے زوال اور اس سے باہر آنے میں ناکامی کی دو بنیادی وجوہات ہیں۔ ایک داخلی کہ اسلامی اقدار سے ہمارے نوجوانوں کی وابستگی مضبوط نہیں اور دوسری وجہ خارجی ہے کہ مادّہ پرستی کی ہوس میں ہمارے ہاں اجنبی، سیاسی اور اقتصادی نظام سوشلزم اور لادین جمہوریت کی صورت میں

---

(۱) سورۃ الروم:۵۴

(۲) مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، حدیث نمبر:۷۹۱۶، ۴/۳۴۱

رائج ہوئے تو ان کے پردہ میں "مغربی تہذیب" نے ہم پر لبرل ازم کے نعرہ سے اپنی یلغار کر دی۔

ہماری کامیابی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہمارے نوجوان اپنے ضابطہ حیات "دین اسلام" سے اپنے تعلق کو مضبوط کریں، مادّہ اور لذت پرستی پر مبنی لادین تہذیب کو ردّ کر دیں۔

اُمتِ مسلمہ کی کامیابی اور تہذیبی چیلنجز کا حل اس امر میں ہے کہ نوجوان اُسوۂ رسول اللہ ﷺ پر مضبوطی سے کاربند ہو جائیں۔ مغربی تہذیب سے مرعوب تجدد پسند طبقہ کے فکری انتشار کا مقابلہ کرنے کے لئے ایسے باصلاحیت نوجوان تیار کرنے کی ضرورت ہے جو ایک طرف مغربی تہذیب پر گہری نظر رکھتے ہوں، انگریزی اور عربی زبان کے ماہر ہوں اور اس کے ساتھ وہ علومِ شریعت سے بھی بہرہ ور ہوں اور پھر ایسے نوجوانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے۔ دفاعِ اسلام کے لئے یکسو اور مخلص ہونے، وسائل کو مجتمع کرنے اور نوجوانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی جس قدر ضرورت آج ہے، شاید کبھی نہیں تھی۔

لہٰذا اصلاح احوال میں نوجوانوں کو ثقافت کے اصل مفہوم سے آگاہ کرنا بہت ضروری ہے اور اس کا تعلق ایمانیات سے جوڑنا ہے نوجوانوں کیلئے جوانی اور نشاط کے مرحلے میں اصولِ زندگی، تبدیل ہوتے حالات، اور گزرتے ایام سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔